

فُٹکی اپنی کُرسی پر آنکھیں بند کئے نیم دراز تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس پر غنودگی طاری ہو۔ اس نے پورے ہی عورتوں کی سی آواز میں کہا دو میری داستانِ عشق اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب اور انوکھی ہے۔ بالکل منفرد، کیا تم اسے سننا پسند کرو گے؟ اُداس ایڈمرل کی اس بات پر سب ہمہ تن گوش ہو گئے۔  
 ”جب میں تیس سال کا تھا اور بحری فوج میں فرسٹ

لیفٹیننٹ تھا۔ اس وقت مجھے وسطِ ہند میں علمِ ہیئت کی ایک تحقیقی مہم پر روانہ کیا گیا۔ میرے کام کی تکمیل کے لئے انگریزی حکومت نے تمام ضروری لوازم ہبیا کر دیئے تھے۔ اگر میں چاہوں تو اس ملک کے حالاتِ سفر بیان کر کے دس جلدیں تیار کر سکتا ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ، لیکن سردست میں اپنی داستانِ عشق ہی بیان کرنے پر اکتا کر دل گا۔ میں وسطِ ہند کے نہایت حیرت انگیز اور شاندار علاقوں

# راجا کا مخفی

اعجاز قریشی

دلے پر اثر کرنے  
 والے :  
 مویا ساکنے کتنے  
 ایک کہا فتنے





میں گیا۔ اجنبی اور پروقار روسا نے مجھے خوش آمدید کہا میری شاندار اور فیاضانہ ضیافتیں کیں۔ ان دو مہینوں میں مجھے ایسا محسوس ہوتا رہا جیسے میں پرستان میں ایک خیالی ہاتھی پر بیٹھا سیر و تفریح میں مصروف ہوں۔ میں اپنے سفر کے آخر میں گنہار گیا۔ پرانے زمانے میں وسط ہند کا یہ شہر کافی شاداب اور آباد رہ چکا ہے۔ لیکن اب یہ اجڑا اور ویران ہے۔ یہاں ملن نامی ایک راجا کی حکومت رہی ہے جو بیک وقت مالدار، مطلق العنان، تند مزاج، ظالم اور قیاض تھا اس کے خدو خال میں نسوانیت اور بے رحمانہ سنگدلی موجود تھی۔

وہ ابھی شہر کے دروازے تک پہنچنے کے لئے ہمیں ایک گھنٹا اور سفر کرنا تھا کہ میں نے شاندار جھول پڑے ہاتھیوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا ان کے چاروں طرف گارڈ آف آئر تھا۔ اور انہیں راجا نے میرے استقبال کے لئے بھیجا تھا۔ میں نہایت چاہا کہ کسی طرح مجھے اتنا وقت مل جائے کہ میں اپنا ذوق برق لباس پہن لوں لیکن شاہانہ عجلت اور بیقراری نے اس کی فرصت ہی نہ دی۔ راجا مجھ سے ملنے اور یہ جانتے کے لئے بیقرار تھا کہ میں نے اس کے متعلق کیا رائے قائم کی ہے اور میں اس سے کیا توقعات رکھتا ہوں؟

”راجا جازیں لباس میں ملبوس بے حس و حرکت بیٹھا ہوا برا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے لباس میں تقریباً دس پندرہ لاکھ فرانک کی قیمت کے جواہرات لگے ہوئے تھے اور خود اس کی پیشانی پر دہلی کا مشہور ستارے جیسا قیمتی میراچک رہا تھا۔ وہ کھڑا ہو گیا اور اس نے مجھ سے انگریزی وضع کے بموجب ہاتھ ملا کر اپنے پاس ایک بیچ پر بیٹھایا جو اتنی اونچی تھی کہ میرے پیر مشکل زمین میں لگتے تھے اور جس پر میں تکلیف سے بیٹھا ہوا تھا۔

”دو اس نے فوراً ہی یہ تجویز پیش کی کہ دو سکر دن چیتے کا شکار کھیلا جائے۔ جنگ اور شکار اس کے دو ہی شغلیے تھے۔ اور وہ یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کسی شخص کو جنگ اور شکار کے سوا بھی کوئی شوق ہو سکتا ہے۔ اس نے میرے بارے میں یہ رائے بھی قائم کی تھی کہ میں اتنی دُور سے اس کے پاس اپنے لطف کی حصولیابی اور اس کی خوشیوں میں اضافے اور شرکت کی غرض سے آیا ہوں چونکہ مجھے اس کی مدد کی سخت ضرورت بھی تھی اس لئے میں نے اس کے مذاق اور شوق کی دل کھول کر تعریف کی۔ وہ میری تعریف سے اس

قدر خوش ہوا کہ اس نے فوراً شاہی پہلو انوں کی کشتی کا اہتمام کرایا۔ اور مجھے محل کے اندر اکھاڑے میں لے گیا۔

”اس کے حکم سے دو رنگ دھڑنگ آدمی اکھاڑے میں آئے ان کے ہاتھوں پر لوہے کے پنجے چڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے فوراً اپنے ان تیز ہتھیاروں سے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ جس سے ان کے کالے کپڑے جسم بُری طرح زخمی ہونے لگے اور ان سے خون بہنے لگا۔ ان کی یہ لڑائی دیر تک جاری رہی۔ یہاں تک کہ ان دونوں کے بدن بُری طرح لہو لہان ہو گئے۔ وہ اپنے ان ٹوکدار فولادی پنجوں سے ایک دوسرے کا گوشت نوچتے تھے۔ ان میں سے ایک کا جڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور دوسرے کے کان کے تین ٹکڑے ہو گئے۔

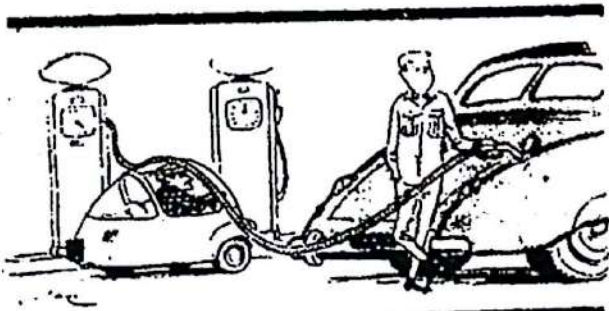
”راجا کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ جوش مسرت میں منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکالتا رہا۔ دونوں پہلو انوں کی نقلیں بے ساختہ کرتا جاتا اور چلا چلا کر ان سے کہتا جاتا ”مارو، اور طاقت سے مارو“

بالآخر ان میں سے ایک بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کا تمام بدن خونخون ہو گیا تھا۔ اس وقت راجا نے ایک آہ بھری اور اس کھیل کے اتنی جلدی ختم ہو جانے پر افسوس کا اظہار کیا۔ اس نے میری طرف مڑ کر تحسین طلب نظروں سے میری رائے دریافت کی۔ مجھے اس کھیل سے نہ صرف مایوسی ہوئی تھی بلکہ دکھ بھی پہنچا تھا لیکن میں نے باوازی بلند راجا کے مشغلے کی داد دی اور اس کھیل کی دیرینہ تعریف کرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ مجھے کوچ محل لے جایا جائے جہاں میرے ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا تھا۔

”یہ چھوٹا سا نفیس عشرت محل، شاہی باغ کے بالکل سرے پر واقع تھا۔ محل کے وسط میں ایک لمبے مینار پر چھوٹا سا گنبد کسی عورت کے عریاں سینے کی طرح معلوم ہو رہا تھا۔ اس گنبد کے پاس ایک خوبصورت گھنٹا گھر بھی تھا۔

”میں صبح کے نسل سے ابھی فارغ بھی نہ ہوا تھا کہ ہری بابا آ گیا۔ یہ شاہی بچاری تھا جسے میرے اور راجا کے درمیان پیار سانی کے لئے خاص طور سے مقرر کیا گیا تھا۔ اس نے مجھے مطلع کیا کہ راجا قدم رنجور ملنے والا ہے اور اس کے فوراً ہی بعد زعفرانی رنگوں میں ملبوس راجا آ گیا۔ باتوں کا سلسلہ چلا تو وہ ہزار طرح کی مختلف چیزوں کے بارے





میں پریشانی اور شش و پنج میں مبتلا ہو گیا اور ان لڑکیوں کے سامنے کچھ شرمندگی سی محسوس کی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں ان سے کیا کہوں۔ میں نے ارادہ کیا کہ ان کو واپس بھیج دوں۔ لیکن ایک راجا کا بھیجا ہوا تحفہ میں کسی طرح بھی واپس نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ میرے اس طرز عمل سے راجا کی توہین ہو جاتی۔ مجھے مجبوراً لڑکیوں کی اس فوج کو اپنے محل میں جگہ دینا پڑی۔

عدہ سب بے حس و حرکت کھڑی میرے حکم کی منتظر تھیں اور میرے خیالات اور احساسات کو میری آنکھوں سے پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ میں نے دل میں سوچا کہ ایسے تحفے پر لعنت! یہ میرے لئے کس قدر غلافِ عقل بات تھی۔ لیکن پھر یہ خیال کر کے کہ یہ لڑکیاں مجھے مضحکہ خیز سمجھیں گی اور دل میں میرا مذاق اڑائیں گی۔ میں نے سب سے بڑی لڑکی سے اس کا نام پوچھا۔

اُس نے جواب دیا: "کاشی"

"یہ لڑکی بہت پرکشش تھی۔ اس کی رنگت پرانے ہاتھی نات کی طرح تھی اور اس کے کتابی چہرے کے مدِخال سے سنجیدگی ٹپکتی تھی پھر میں نے اُسے حیرت میں ڈالنے کے لئے اور یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ کیا جواب دے گی، اس سے پوچھا: "تم یہاں کس لئے آئی ہو؟"

"اس نے پُر سکون اور سُری آواز میں جواب دیا: "میں اپنے مالک کی مرضی اور اس کی خواہشات کے مطابق عمل کرنے کے لئے یہاں آئی ہوں۔"

وہ پوری طرح مطیع اور فرمانبردار تھی۔ میں نے سب سے چھوٹی لڑکی سے بھی یہی سوال کیا۔ جس نے فوراً تیز آواز میں جواب دیا:

"میرے مالک! میں یہاں آپ کا حکم بجالانے کے لئے آئی ہوں۔"

"یہ لڑکی بہت باتونی تھی۔ میں نے اُسے اپنے بازوؤں میں لے کر پیار کیا۔ دوسری لڑکیوں نے یہ سوچ کر کہ میں نے اپنی پسند کی لڑکی کا انتخاب کر لیا ہے واپس جانا چاہا۔ لیکن میں نے انہیں ٹھہرنے

میں میری لئے دریافت کرنے لگا اور میں صبح اظہارِ رائے میں سخت دقت محسوس کرنے لگا۔ اُس کے بعد اس نے مجھے پُرانے محل کے کھنڈرات دکھانا چاہے جو باغ کے دو حصے سرے پر واقع تھے۔ راجا کی اس بات سے میں بہت خوش تھا کہ اُس نے میری آمد کے پہلے ہی دن مجھے اپنے یہاں کی خاص خاص چیزیں دکھا دی تھیں اور پھر اُس نے کہا کہ اگر بھگوان کو منظور ہو تو کل چلتے کے شکار سے دل بہلایا جائے گا۔

اس کے بعد میں اس کے ساتھ مسلسل شکار میں شریک ہوا۔ بارہ تین بار، دس بار، بیس بار اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس ملک میں جتنے جانور پیدا ہوتے ہیں یہ ساری دنیا کے مجموعی جانوروں کے آدھے تو ضرور ہوں گے۔ بارہا شکار، ہر روز شکار۔ میں روز روز جانوروں کے خون بہانے جلنے سے عاجز آ گیا اور شکار سے نفرت ہو گئی۔ اس اکتاہٹ میں تفریح کی یکسانی بھی شامل تھی۔ میں نے تھک جانے کا عذر پیش کیا اور راجا نے مجبوراً ذرا سا آرام کر لینے کی اجازت دے دی۔ اب راجا کی طرف سے تحائف کی بھرمار شروع ہو گئی۔ ہری بابا راجا کے تحائف اس قدر متانت اور احترام سے پیش کرتا کہ مجھے اپنے آپ پر سو روج دیتا ہونے کا شبہ ہونے لگا۔ لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہ دل میں مجھ سے سخت نفرت کرتا تھا۔

ایک شام میں جب تفریح سے واپس آیا تو میں نے ہری بابا کو دروازے کے باہر کھڑا ہوا پایا۔ اُس نے رازدارانہ لہجے میں مجھ سے ایک نئے تحفے کا ذکر کیا جو محل کے اندر میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ راجا معذرت خواہ ہے کہ اُسے اس تحفے کا خیال پہلے کیوں نہ آیا۔ اور اتنے عرصے تک اس تحفے سے محروم رکھنے کا اُسے ملال تھا، ہری بابا نے یہ چند مبہم جملے ادا کئے اور تعظیم دے کر واپس چلا گیا۔

"و جب میں اندر گیا تو میں نے وہاں چھ چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو دیوار کی طرف منہ کئے اس طرح کھڑے دیکھا گویا کہ چھوٹی چھوٹی بچھیلوں کو کانٹوں میں پرو کر دیوار کے سہارے کھڑا کر دیا گیا ہو۔ سب بڑی لڑکی کی عمر تقریباً دس سال اور سب چھوٹی کی عمر آٹھ سال تھی۔ چند لمحوں میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ لڑکیوں کا یہ اسکول میس کسے کسے میں کیوں منتقل کر دیا گیا ہے۔ لیکن پھر اچانک مجھے راجا کی زندہ دلی اور رنگین مزاحیہ خیال آ گیا۔ مجھے یہ دایاں بطور تحفہ پیش کی گئی تھیں۔ کچھ دیر کے لئے



کا حکم دیا اور انہیں اپنے چاروں طرف بٹھا کے پریوں کے قصے سنائے لگا۔ میں ان کی زبان کسی حد تک بول لیتا تھا۔ پھر چونکہ میں زیادہ سے زیادہ دلچسپیاں پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے اپنی دایوں کو خوش کرنے کے لئے کھیلوں کا انتظام کیا۔ میں نے اپنے پیڑوں کا ایک پل بنایا اور یہ لڑکیاں دوڑ کر اس کے نیچے سے گزرنے لگیں۔ سب سے چھوٹی سب سے پہلے گزرتی اور سب سے بڑی چونکہ زیادہ جھک نہیں سکتی تھی اس لئے وہ ہمیشہ میرے پیڑوں سے ٹکراتی ہوئی گزرتی۔ ان کی ہنسی اور طفلانہ چہل سے ایسا معلوم ہوتا کہ میرے شاندار محل کی محرابوں میں جان پڑ گئی ہے۔ ہم بہت دلچسپی سے دیر تک آنکھ پھولی اور غرگوش اور بلی کی دوڑ کا کھیل کھیلتے رہے۔ جن سے ہم سب بہت خوش اور مسرور ہوئے۔ اُس کے بعد اُن کو زیادہ خوش کرنے کے لیے میں ہر روز انہیں ایک نیا کھیل سکھاتا تھا۔

ان میں کاشی سب سے زیادہ پیار کے قابل تھی۔ وہ کچھ سہمی ہوئی سنجیدہ اور حلیم الطبع لڑکی تھی۔ وہ جلد ہی مجھ سے پُر جوش محبت کرنے لگی۔ اگرچہ وہ یورپین تہذیب سے پریشان اور خوفزدہ سی رہتی تھی۔ اسی لئے وہ کچھ شرم اور پس و پیش سے کام لیتی۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ اس حجاب اور شک و شبہ کے باوجود وہ جذباتی انداز میں مجھے چاہنے لگی تھی۔ دوسری لڑکیاں خوش و خرم مجھ سے الگ تھلگ بلی کے بچوں کی طرح محل میں کھیلا کرتیں۔ لیکن کاشی سوائے اس وقت کے جب میں راجا کے پاس جاتا مجھے کسی وقت بھی نہ چھوڑتی تھی۔ وہ میرے زانو پر بچوں کی طرح لیٹ جاتی۔ اور

خاندان دیوی کی رہنما معلوماتی کتاب

مفت

اس کتاب میں ایسے راز دارانہ نکتے بیان کئے گئے ہیں جن کا جاننا نوجوان جوڑوں کے لئے بہت ضروری اور مفید ہے جن کا اکثر تجربہ کار خاندانوں کو بھی علم نہیں ہے اور جنہیں جاننے کے بعد آپ کو شادی کی اصل مسترتیں حاصل ہوں گی خاندان دیوی کے لئے اس کتاب کا مطالعہ اتنا ہی ضروری ہے جتنی ایک لڑکانہ کے لئے ہوا اور غذا، باقی خوبیوں کا اندازہ آپ خود پڑھ کر لگا سکتے ہیں۔ ایک کارڈ لکھ کر مندرجہ ذیل پتہ سے مفت منگالیں

پوسٹ بکس ۲۸۳ کراچی ۱

وہاں لیٹی لیٹی اپنے چھوٹے سے دماغ میں جو اس کے حسین مجسمے نما سر کے اندر محفوظ تھا ساری دنیا کے خیالی پلاؤ پکاتی رہتی تھی یا ممکن ہے بالکل خالی الذہن رہتی ہو۔ میں نے اپنی محبوبہ کے فکر مند سر کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اُس کے چمکدار ابروؤں، اُس کی بڑی بڑی آنکھوں اور اس کے پُر سکوت ہونٹوں پر جو میرے لئے داتھے۔ طویل یوسے دیئے۔ اس بڑی پر مالکانہ تصرف رکھنے کے دوران مجھ میں ایک مبہم لیکن سب سے زیادہ طاقتور احساس پیدا ہو گیا تھا ایک شاعرانہ احساس گویا میں نے اس کی ذات میں ایک پوری نسل پر قبضہ پالیا ہو۔

”راجا کے تحائف کی بھر مار جاری تھی۔ ایک دن اس نے مجھے عجیب سا تحفہ بھیجا۔ اس تحفے کی تعریف کاشی نے پُر جوش انداز میں کی وہ ایک معمولی سا ڈبا تھا۔ جس کے باہری حصے سیپ اور بڑی کے تھے اور جو یورپ کی کسی بھی ماحولی تفریح گاہ سے دو یا تین شلنگ میں خریدے جاسکتے تھے۔ لیکن وہاں راجا کی نظر میں اس کی بڑی قیمت تھی اور واقعی وہ صرف ایک ہی ڈبا تھا جو اُس کی مملکت میں مل سکتا تھا میں نے اُسے میز پر رکھ کر کوئی نہ چھوڑ دیا۔ کیونکہ میری نظر میں وہ ایک معمولی ڈبا تھا۔ لیکن کاشی اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی، اکثر وہ مجھ سے پوچھا کرتی کہ ”کیا میں اسے چھو سکتی ہوں؟“ اور جب میں اُسے چھونے کی اجازت دے دیتا تو وہ اُس کے ٹھکان کو اٹھاتی اور بہت احتیاط سے اپنے قریب لا کر آہستگی سے اس کے سیپ کو چھوتی۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے صبح معنی میں کاشی کو زبردست جسمانی اور روحانی تسکین حاصل ہو رہی ہے۔

”کچھ عرصے بعد میں نے اپنا سائنٹیفک کام مکمل کو پہنچا دیا اور راجا کی طرف سے مجھے واپسی کی اجازت مل گئی۔ جانے سے پہلے راجا نے ایک بار پھر کشتی اور سیر و شکار کا انتظام کیا۔ میں نے دیکھتے دیکھتے ان تفریحات سے لطف اور کوفت اٹھانے کے بعد راجا سے کہہ دیا کہ اب میں مزید نہیں ٹھہر سکتا اس لئے روانگی کی اجازت مرحمت فرمائی جائے راجا نے جانے کی اجازت دے دی۔

کاشی سے میری جدائی انتہائی دردناک اور مگر فراموش تھی۔ وہ میرے سینے پر سر رکھ کر صدمے سے رکیاں لے لے کر رو رہی تھی میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں اُسے کس طرح تسلی دوں۔ اس لئے کہ میرے پیار و محبت کا اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ یگانگ مجھے



ایک خیال آیا۔ میں بھاگ کر اوپر گیا اور سیپ کا ڈبا اٹھالایا۔ یہ ڈبا اس کے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے میں نے کہا ”یہ تم لے لو۔ میری طرف سے یہ تمہارے لئے تحفہ ہے“

میں نے پہلی مرتبہ اس کو مس کرتے ہوئے دیکھا۔ اس کا نام چہرہ اندرونی خوشی سے جگمگا اٹھا۔ ایسی خوشی سے جو صرف اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ناممکن اور محال خواب انفاقا اور اچانک پورے ہو جاتے ہیں۔ وہ مجھ سے پُر جوش انداز میں ہم آغوش ہو گئی۔ لیکن اس کے باوجود جب میں نے آخری مرتبہ اسے الوداع کہی تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے اپنی دوسری دایوں کو بھی گرجوشتی سے پیار کیا اور اپنے وطن کے لئے روانہ ہو گیا۔

دو سال بعد ممبئی میں دوبارہ پھر میری خدمات کی فہرست پیش آئی۔ اور میں چونکہ اس ملک کی زبان اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لئے ایک اور سفارتی کام بھی میرے سپرد کیا گیا۔

”میں نے اپنے کام کو جتنی جلدی ممکن ہو سکتا تھا ختم کر دیا اور چونکہ میرے پاس بہت زیادہ فالتو وقت بچ گیا تھا۔ اس لئے میں نے اپنے دوست راجا مدین اور کاشی سے دوبارہ ملنے کا ارادہ کیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کاشی میں اب تک بہت سی تبدیلیاں پیدا ہو چکی ہوں گی۔

”راجا مجھ سے بہت خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ میرے پہنچنے کے پہلے دن ہی سے ایک لمحے کے لئے بھی اُس نے مجھے تنہا نہ چھوڑا“

ایک رات تنہائی میں، میں نے ہری بابا کو بلا بھیجا اور اس نے ادھر ادھر کی بہت سی باتیں پوچھتا رہا۔ آخر میں کاشی کے بارے میں دریافت کیا۔

”ہری بابا! کاشی کہاں ہے؟ وہ کاشی جسے راجا نے تحفہ مجھے دیا تھا۔“

یہ سنتے ہی اس کے چہرے پر اُداسی چھا گئی۔ اس کی نگاہوں میں اضطراب اور بے چینی سمٹ آئی۔ اُس نے افسردگی سے کہا۔

”ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم اس کے متعلق کوئی بھی گفتگو نہ کریں“

”کیوں؟ وہ تو چھوٹی سی بڑی پیاری لڑکی تھی“

”رجناب عالی! وہ آپ کے جانے کے بعد بہت ہی بُرے کردار کی ثابت ہوئی“

”کیا کہا؟۔ کاشی؟ اس کا کیا حشر ہوا؟ وہ کہاں ہے؟ میرے کہنے کا مطلب.... مطلب یہ ہے کہ اُسے کیا ہوا۔ کیا وہ زندہ نہیں ہے؟“

”ہاں۔ اُس نے ایک نہایت خطرناک اور نازیبا جرم کیا تھا مجھے بہت تکلیف ہوئی اور میں نے اپنے دل کو تیزی سے دھڑکتے اور پھر ڈوبتے ہوئے محسوس کیا۔ میں غم سے مڈھال ہو گیا اب میں صرف یہ جانتا چاہتا تھا کہ آخر اُس نے وہ کونسا خطرناک جرم کیا تھا۔ جس کی طرف ہری بابا نے اشارہ کیا تھا۔ غریب کاشی کے ساتھ آخر واقعہ کیا پیش آیا۔

ہری بابا اور زیادہ مضطرب اور پریشان ہو گیا۔ اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا:

”اب یہی بہتر ہے کہ آپ اس کے بارے میں کچھ بھی نہ دریافت فرمائیں“

”لیکن میں جانتا چاہتا ہوں۔“

Home Cinema PROJECTOR

# گھر بیٹھے فلمیں دیکھئے

جو لوگ ٹیلی ویژن نہیں خرید سکتے ان کے شوق کی تکمیل کیلئے ہم نے جاپانی ماڈل ہوم سینا پرویکٹر (فلم مشین) انہماں کم قیمت پر پلائی کرینیا انشٹا کیا ہے آپ اپنی پسند کی ہر فلم اس مشین سے اپنے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ اپنے گھر پر ۴x۵ فٹ کے پرنے یا سفید پوار پر دیکھ سکتے ہیں اور اپنی پسند کی فلم اسٹاروں کی جیتی جیتی ناچتی تصویروں اور مار دھارے سے بھر پور فلموں سے لطف اٹھا سکتے ہیں۔ یہ مشین بجلی یا بیٹری سے آسانی چلائی جاسکتی ہے مشین چلانے کی ترکیب اور ۵۰ فٹ فلم ہر مشین کے ساتھ مفت دی جاتی ہے۔ زائد فلم ۱۲ پیسے فی فٹ کے حساب سے حسب خواہش طلب کر سکتے ہیں۔ قیمت فلم مشین میڈیم کوالٹی میں روپے 20/- اسپیشل کوالٹی یا ڈبل لینس قیمت پچیس روپے 25/-

موصول ڈاک تین روپے علاوہ اسٹاک کم ہے اس لئے خط لکھ کر جلد منگو لیجئے۔ منگل کا پتہ **گلوب ٹریڈرز** پوسٹ بکس نمبر ۳۶۲ کراچی را



میرے مجرم کی شیگن نوعیت کے مقابلے میں کم ہے۔ مگر میں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ کاشی کی اذیت ناک یاد میں گزار دیا ہے۔ — ★

”اُس نے چوری کی تھی۔“  
”کس نے۔ کاشی نے؟ اُس نے کیا چرایا تھا؟“  
”ایک چیز جو آپ کی ملکیت تھی جسے راجا نے آپ کو بطور تحفہ پیش کیا تھا۔“

”میری؟ تم صاف صاف کیوں نہیں بتاتے؟“  
”جس دن آپ یہاں سے جا رہے تھے۔ اُس دن کاشی نے آپ کا وہ ڈبا چرا لیا تھا جو راجا نے آپ کو تحفہ دیا تھا۔ کیونکہ آپ کے جانے کے بعد وہ اس کے پاس سے دستیاب ہوا تھا۔“  
”تم کس ڈبے کے متعلق کہہ رہے ہو؟“  
”وہ ڈبا جس کے چاروں طرف میپ اور ہڈی لگی ہوئی تھی۔“

”لیکن وہ تو میں نے خود ہی اُسے دیا تھا۔“  
ہری بابا نے بدحواسی سے مجھے دیکھا اور کہا ”اچھا! تبھی تو اُس نے مقدس قسمیں کھا کھا کر اس کا یقین دلایا تھا کہ وہ ڈبا آپ نے اُسے بخش دیا تھا۔ لیکن..... لیکن کسی نے بھی اُس کی قسموں پر اس لئے یقین نہیں کیا کہ آپ آخر کس طرح راجا کا تحفہ ایک داسی کو دے سکتے ہیں۔ اور اسی لئے راجا نے اُس کو معتبر ناک سزا دے دی۔“  
”وہ اس کو کیا سزا دی گئی؟ اُس کے ساتھ کیا کیا گیا؟“ میں سب کچھ جاننے کے لئے بہت بے چین تھا۔

”اُس کو ایک تھیلے میں بند کر کے اس کھڑکی سے جھیل میں پھینک دیا گیا۔ اسی کمرے کی کھڑکی سے جہاں ہم اس وقت بیٹھے ہیں کیونکہ یہیں اس نے مجرم کا ارتکاب کیا تھا۔“

میں نے ہری بابا کی باتوں سے اتنا سخت رنج و غم محسوس کیا کہ پوری زندگی کا کوئی المیہ واقعہ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں نے ہری بابا کو کمرے سے باہر چلے جانے کا اشارہ کیا۔ تاکہ وہ میرے آسٹونہ دیکھ سکیں۔

”دوستو۔“ ایڈمرل نے اپنے آٹو پو پختے ہوئے لگوگیر آواز میں کہا۔  
”دوسرے دن میں نے راجا کے روکے کی خواہش کو ٹھکرا دیا۔ اس واقعے کو عرصہ گز گیا لیکن میں نے اب تک سکون کی کوئی رات نہیں گزاری۔ میں ابھی تک اس مجرم کی سزا جھگرتا رہا ہوں۔ میں نے کاشی کے بعد کسی لڑکے سے محبت نہیں کی پھر کوئی عورت میری زندگی میں داخل نہیں ہوئی۔ یقیناً یہ سزا

جتنا بڑا حکمراں تھا اتنا ہی بڑا انسان بھی تھا۔

**صلاح الدین** سلطان کی عظمت اس کی فتوحات یا صلیبی مجاہدین کو بے درپے شکستیں دینے میں ہی مصمر نہ تھی بلکہ اس کا بڑا پین اس کی ذات اور کردار میں موجود تھا۔ ایک مرتبہ اس کے پاس ایک غلام کچھ کاغذات لئے ایسے وقت میں پہنچا جبکہ صلاح الدین کی طبیعت کچھ بھاری ہو رہی تھی اور دل کام پر آمادہ نہ تھا۔ غلام نے سلطان سے کہا کہ ”ان کاغذات پر دستخط کر دیجئے۔“

یہ سلطان کی اپنی ذمہ داری تھی کہ کاغذات کی عبارتیں اور مفہوم کو جانے بغیر کس طرح دستخط کر دیئے جاتے۔ سلطان نے غور کیا کہ اس وقت دستخط نہیں کئے جائیں گے پھر کسی وقت انھیں پیش کر دو؟

غلام بھڑکھڑا کہ نہیں اسی وقت دستخط کر دیجئے؟ سلطان نے پھر معذرت کی۔ اس وقت طبیعت پر کسلمندی غالب ہے بہتر ہے کہ ان کاغذات کو کسی اور موقع کے لئے اٹھا رکھوں؟

اس مرتبہ غلام اس طرح سلطان کے قریب پہنچ گیا کہ اس کے پیروں کے نیچے سلطان کی طیلسان آگئی۔ صلاح الدین نے نہایت حلم اور ضبط کے ساتھ اپنی طیلسان کو اس کے پیروں کے نیچے سے نکالا اور ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: ”کاغذات لاؤ۔ دیکھتا ہوں یہ کیا ہیں؟“

غلام نے کاغذات سلطان کے حوالے کر دیئے۔ سلطان انھیں دیکھتا رہا اور ایک بابچہ اس کی طبیعت اچاٹ ہو گئی۔ سلطان نے معذرت کرتے ہوئے کہا: ”اس وقت تو دوات بھی یہاں نہیں ہے، ان کاغذات کو یہیں چھوڑ جاؤ پھر کسی وقت دستخط کروں گا۔“

غلام نے دُور کھڑی ہوئی دوات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ”دوات وہ رہی، دستخط اسی وقت کر دیجئے۔“

سلطان نے بلا کسی مزید عذر کے خود جا کر دوات اٹھائی، کاغذات کی عبارتیں پڑھیں اور دستخط کر کے غلام کے حوالے کر دیئے اور جب غلام اپنے کاغذات لے کر واپس جانے لگا تو سلطان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔